کلیدِ ایمان

تورات و انجیل کو سمجھنے کی کنجی

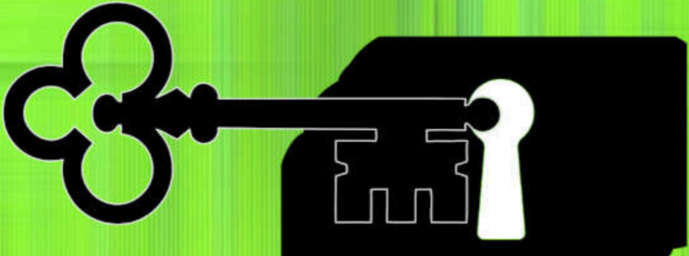

کلیدِ ایمان

توراۃ و انجیل کو سمجھنے کی کنجی

بخت اللہ خان

kalīd-e īmān. taurāt-o-injīl ko samajhne kī kunjī

The Key to Faith. Understanding the Taurat and Injil

by Bakhtullah Khan
(Urdu—Persian script)

© 2017 Chashma Media
published and printed by
Good Word, New Delhi

for enquiries or to request more copies:
askandanswer786@gmail.com

توارت اور انجیلِ شریف تو معلومات کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ کیا اِن کا بنیادی پیغام معلوم کرنا ممکن ہے؟ بے شک۔ کس طرح؟ پاک نوشتوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُن کے چار مرکزی اصول سمجھیں۔ یہ چار باتیں کنجی کی طرح باقی مواد کا مطلب کھولنے میں مدد کریں گی۔ اگر ہم اِن مرکزی مضامین کو نظر انداز کر دیں تو ہم توارت اور انجیلِ شریف کے گہرے معنی اور مفہوم کو کبھی سمجھ نہیں پائیں گے۔ ایسی صورت میں وہ ہمارے نزدیک صرف ایسے واقعات اور ایسی تعلیمات کا مجموعہ بن کر رہ جائیں گی جن کا آپس میں کوئی تعلق اور ربط نہیں۔ لیکن اگر ہم اِن کلیدی مضامین کو سمجھ لیں تو پاک نوشتوں کو نئی نظروں سے پڑھیں گے، اور وہ ہمارے لئے نہایت بامعنی بنتے جائیں گے۔ توریت اور انجیلِ شریف میں درجِ ذیل چار سچائیاں پائی جاتی ہیں۔

1
اللہ قدوس اور عادل ہے

توریت میں جب بھی اللہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے تو اُس کی بھسم کرنے والی قدوسیت نظر آتی ہے۔ چنانچہ جب قادرِ مطلق جلتی ہوئی جھاڑی میں سے اپنے نبی موسیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے تو اُسے حکم دیتا ہے کہ میری حضوری میں اپنے پاؤں سے جوتا اُتار دے (خروج 5:3)۔ اِسی طرح بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ جب تک اللہ کوہِ سینا کی چوٹی پر موسیٰ پر ظاہر ہو، تم اِس پہاڑ کو نہ چھونا (خروج 12:19 وما بعد)۔ یہ حکم کیوں ضروری ہوا ؟

ذرا تصور کریں کہ اندھیرے میں ایک پتنگا ہے۔ جوں ہی وہ جلتی شمع دیکھتا ہے وہ اُڑ کر اُس کی طرف لپکتا ہے۔ اُسے روشنی کی آرزو ہوتی ہے۔ وہ اِس جھلملاتی روشنی کے گرد یوں چکر لگاتا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب کے گرد۔ ہو سکتا ہے کبھی کبھی وہ اوپر تاریکی میں چلا جائے مگر تھوڑی ہی دیر میں لوٹ آتا ہے۔ روشنی کی کشش اُسے ہر لمحہ اپنی طرف لبھاتی ہے۔ رفتہ رفتہ پتنگے کے چکروں کا دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ وہ شمع کی روشنی کے قریب سے قریب تر آتا جاتا ہے۔ اور آخر میں تیزی سے لپک کر اِس لبھانے والے شعلے سے بغل گیر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی آرزو اور شمع کے جھلسا ڈالنے والے شعلے کا شکار ہو جاتا ہے۔

اِسی طرح اللہ کی قدوسیت انسان کو لبھاتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اپنے دل کی گہرائیوں میں ہر شخص اللہ کے نزدیک آنا چاہتا ہے۔ اُس کی سرشت میں کوئی ایسی چیز ہے جو اُسے اپنے خالق کے ساتھ گہری رفاقت رکھنے پر اُبھارتی ہے۔ پتنگے اور شمع کی طرح خدا انسان کو تاریکی سے اپنی روشنی میں کھینچ لاتا ہے۔ مگر ایک مرحلہ آتا ہے کہ انسان رُک جائے یا مر جائے۔ جب اللہ

اپنے نبی موسیٰ پر ظاہر ہوا تو اسرائیلیوں کو نزدیک آنے کی اجازت نہ دی ورنہ وہ اُس کی بھسم کرنے والی قدوسیت سے بھسم ہو جاتے۔

اِس راکھ کر دینے والی قدوسیت کے سامنے یسعیاہ نبی پکار اُٹھتا ہے کہ

> مجھ پر افسوس، مَیں برباد ہو گیا ہوں! کیونکہ گو میرے ہونٹ ناپاک ہیں، اور جس قوم کے درمیان رہتا ہوں اُس کے ہونٹ بھی نجس ہیں تو بھی مَیں نے اپنی آنکھوں سے بادشاہ رب الافواج کو دیکھا ہے۔ (یسعیاہ 5:6)

یسعیاہ نبی اِس حقیقت کو جان لیتا ہے کہ اِس قدوسیت کے سامنے انسان ضرور مر جائے گا، کیونکہ اُس کی سرشت ناپاک ہے۔ یہ خدا کی قدوسیت کا دوسرا پہلو ہے۔ خدا کے نور میں انسان کو اِس گہرے احساس کا تجربہ ہوتا ہے کہ مَیں ناپاک ہوں، گھنونا اور گناہ آلود ہوں۔ مجھ میں اور خدا میں گہری خلیج ہے جس کو مَیں کبھی عبور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُس کا ردِعمل لازماً مایوسی اور سخت دکھ ہوتا ہے۔

اپنی گناہ گاری کے اِس احساس کی وجہ کیا ہے؟

2
انسان کی ذات گناہ آلود ہے

پاک نوشتوں کے مطابق بچہ معصوم یعنی بے گناہ حالت میں پیدا نہیں ہوتا۔ بے شک شروع شروع میں اللہ نے انسان کو ایک کامل ہستی تخلیق کیا تھا جس میں کوئی خامی یا کمی یا عیب نہ تھا (پیدائش 1:26 و مابعد)۔ اِس وجہ سے انسان خدا کے ساتھ پُر اعتماد اور قریبی رشتہ رکھتا تھا۔ اللہ اُس کے ساتھ رفاقت رکھتا اور باتیں کرتا تھا جیسے ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس وقت ایسا کوئی خطرہ نہ تھا کہ انسان خدا کے نور میں جل کر ہلاک ہو جائے، کیونکہ وہ خود اُس نور سے معمور تھا۔

مگر انسان نے خدا کی نافرمانی کی (پیدائش 3)۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو "اچھا" بنایا گیا تھا وہ "بُرا" ہو گیا۔ یہ انسان کی تاریخ میں ایک الم ناک موڑ تھا۔ اب خدا کے ساتھ اُس کا رشتہ ٹوٹ گیا اور وہ اپنی بگڑی ہوئی اور گناہ آلود سرشت کا قیدی بن گیا۔ اب وہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کی مرضی کی پیروی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک اَور نتیجہ ہوا کہ انسان جسمانی طور پر نا کامل اور فانی ہو گیا۔ چنانچہ انجیل میں قلم بند ہے کہ

> اگر آپ اپنی پرانی فطرت کے مطابق زندگی گزاریں تو آپ ہلاک ہو جائیں گے۔ (رومیوں 13:8)

فرض کرو کہ کوئی آدمی مہلک زہر کے چند قطرے پانی میں ڈال دے۔ کیا اِس سے پانی کا صرف تھوڑا سا حصہ ہی زہریلا ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ سارے کا سارا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ اور اگر دودھ میں تھوڑے سے جراثیم ملائے جائیں تو کیا وہ پینے کے قابل رہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ گو کوئی فرق نظر نہیں آتا تو بھی جراثیم دودھ میں موجود ہوتے بلکہ تعداد میں بڑھتے جاتے ہیں۔ دودھ خراب سے خراب تر ہوتا جاتا ہے۔

فرض کریں کہ کوئی باپ اپنے بیٹے پر پورا پورا اعتماد کر کے اُسے زمین کا ایک قطعہ دے دیتا ہے کہ اِس کی دیکھ بھال کرے۔ باپ کا پکا ارادہ ہے کہ کسی دن زمین کا یہ قطعہ پورے طور پر اُسے دے دے۔ فرض کریں کہ جیسے ہی باپ منہ پھیرتا ہے بیٹا وہ زمین بیچ کر ساری رقم اوباشی اور عیاشی میں اُڑا دیتا ہے۔ جب باپ کو پتہ چلے گا تو اُس کے اور بیٹے کے درمیان کے رشتے کا کیا بنے گا؟ یہ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ بھروسا اور اعتماد جاتا رہے گا۔ اب سے بیٹے کے لئے باپ کا اعتماد دوبارہ حاصل کرنا نہایت مشکل ہو گا۔

جب خدا اور انسان کے درمیان رشتہ ٹوٹ جائے تو اُسے بحال کرنا اَور بھی زیادہ مشکل ہو گا، کیونکہ خدا نے انسان پر جو محبت بھرا بھروسا کیا تھا اِنسان نے اُسے لات ماری۔

المسیح نے اِس خیال کو نہایت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے:

> کسی آدمی کے دو بیٹے تھے۔ اِن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا، 'اے باپ، میراث کا میرا حصہ دے دیں۔' اِس پر باپ نے دونوں میں اپنی ملکیت تقسیم کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد چھوٹا بیٹا اپنا سارا سامان سمیٹ کر اپنے ساتھ کسی

> دُور دراز ملک میں لے گیا۔ وہاں اُس نے عیاشی میں اپنا پورا مال و متاع اُڑا دیا۔ سب کچھ ضائع ہو گیا تو اُس ملک میں سخت کال پڑا۔ اب وہ ضرورت مند ہونے لگا۔ نتیجے میں وہ اُس ملک کے کسی باشندے کے ہاں جا پڑا جس نے اُسے سؤروں کو چَرانے کے لئے اپنے کھیتوں میں بھیج دیا۔ وہاں وہ اپنا پیٹ اُن پھلیوں سے بھرنے کی شدید خواہش رکھتا تھا جو سؤر کھاتے تھے، لیکن اُسے اِس کی بھی اجازت نہ ملی۔
>
> (لوقا 15:11-16)

میراث عموماً باپ کی موت کے بعد ملتی ہے۔ لیکن بیٹے نے باپ کے جیتے جی ہی اپنا حصہ طلب کر لیا۔ یوں اُس نے باپ کو گویا مُردہ قرار دے دیا۔ باہمی رشتہ توڑنے میں کوئی اِس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ اپنی بات کو مزید پکا کرنے کے لئے بیٹا غیر ملک میں چلا گیا۔ وہاں اُسے اپنے بُرے اعمال کی فصل کاٹنی پڑی۔ اُس نے اپنی ساری دولت اللے تللوں میں اُڑا دی اور گناہ کی دلدل میں دھنستا گیا۔ آخر صرف سؤر اُس کے ساتھی رہ گئے — وہ جانور جو گندگی اور پلیدگی کی علامت ہیں۔ اُس بیٹے کا حال اب سؤروں سے بھی بدتر تھا، کیونکہ وہ اُسے اپنی خوراک بھی کھانے نہیں دیتے تھے۔

یہ انسان کے خدا سے دُور ہٹ جانے اور گناہ میں گرنے کی کیسی واضح تصویر ہے! انسان اپنی بُری خواہشات کی دلدل میں دھنس کر اِس دنیا کی گندگی میں اُتر جاتا ہے۔

3
اللہ شفیق و رحیم ہے

اللہ نے ازل ہی سے پسند کیا کہ انسان کے ساتھ تعلق اور رشتہ قائم کرے۔ اِس حقیقت کا ثبوت یہ ہے کہ اُس نے انسان کو اپنی شبیہ پر بنایا اور اُس کے نتھنوں میں اپنی زندگی کا دم پھونکا۔ وہ محبت بھرا باپ تھا جس نے اپنے بچوں کے لئے سب کچھ کیا۔ پاک نوشتوں میں کیسے حیرت انگیز خدا کا مکاشفہ دیا گیا ہے۔ وہ ظالم نہیں، وہ ایسے سائنسدان کی مانند نہیں جس نے کوئی ایسی گھڑی یا مشین بنائی ہو جو بٹن دبانے سے اُس کی مرضی پوری کرتی رہے۔ نہیں بلکہ وہ محبت بھرا خدا ہے جس نے انسان کو خلق کرتے وقت

اُسے آزاد مرضی عطا کی۔ انسان خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ مَیں خدا کی راہ پر چلوں یا اپنی راہیں اختیار کروں۔

افسوس کہ انسان نے نافرمانی کی اور باغِ عدن میں ممنوعہ پھل کھا کر اللہ سے رشتہ توڑ لیا۔ وہ پھل بذاتِ خود بُرا نہ تھا، بلکہ انسان کی یہ خواہش بُری تھی کہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے۔ انسان کی تاریخ شاہد ہے کہ وہ خدا سے دُور، اَور دُور ہوتا گیا۔ وہ گناہ اور بدی میں بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں بلکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہمارے اردگرد کی دُنیا ہر قسم کی ترقی کے باوجود ظلم و تشدد اور قتل و غارت میں بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

لیکن پاک نوشتوں کا حیرت انگیز پیغام یہ ہے کہ انسان اللہ سے جس قدر دُور ہوتا گیا، خدا اپنے رحم اور شفقت کا اُسی قدر اظہار کرتا رہا۔ یہ بات اللہ کے آدم کے ساتھ رویے اور بعد میں اپنی قوم کے ساتھ تعلق سے بالکل واضح ہے۔ خدا نے بنی اسرائیل کے ساتھ اِس رشتے کی بار بار تجدید کی، حالانکہ وہ بار بار بغاوت اور سرکشی کرتے رہے (ہوسیع 11، حزقی ایل باب 20، یرمیاہ 3:45-5 وغیرہ)۔ گم شدہ بیٹے کی تمثیل بیان ہوئی ہے۔ عیسیٰ المسیح اِس تمثیل میں اللہ کی بے مثال محبت کو واضح کرتے ہیں۔

پھر وہ ہوش میں آیا۔ وہ کہنے لگا، 'میرے باپ کے کتنے مزدوروں کو کثرت سے کھانا ملتا ہے جبکہ مَیں یہاں بھوکا مر رہا ہوں۔ مَیں اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس واپس چلا جاؤں گا اور اُس سے کہوں گا، 'اے باپ، مَیں نے آسمان کا اور آپ کا گناہ کیا ہے۔ اب مَیں اِس لائق نہیں رہا کہ آپ کا بیٹا کہلاؤں۔ مہربانی کر کے مجھے اپنے مزدوروں میں رکھ لیں۔' پھر وہ اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس واپس چلا گیا۔

لیکن وہ گھر سے ابھی دُور ہی تھا کہ اُس کے باپ نے اُسے دیکھ لیا۔ اُسے ترس آیا اور وہ بھاگ کر بیٹے کے پاس آیا اور گلے لگا کر اُسے بوسہ دیا۔ بیٹے نے کہا، 'اے باپ، مَیں نے آسمان کا اور آپ کا گناہ کیا ہے۔ اب مَیں اِس لائق نہیں رہا کہ آپ کا بیٹا کہلاؤں۔' لیکن باپ نے اپنے نوکروں کو بُلایا اور کہا، 'جلدی کرو، بہترین سوٹ لا کر اِسے پہناؤ۔ اِس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتے پہنا دو۔ پھر موٹا تازہ بچھڑا لا کر اُسے ذبح کرو تاکہ ہم کھائیں اور خوشی منائیں، کیونکہ یہ میرا

> بیٹا مُردہ تھا اب زندہ ہوگیا ہے، گم ہوگیا تھا اب مل گیا ہے۔' اِس پر وہ خوشی منانے لگے۔ (لوقا 15:17-24)

اِس تمثیل کی حیرت انگیز بات یہ نہیں کہ بیٹا واپس آ گیا بلکہ باپ کی محبت ہے۔ باپ نے بیٹے کو دُور ہی سے دیکھ لیا۔ مطلب ہے کہ باپ اُس وقت سے انتظار کر رہا تھا جب وہ گھر سے نکلا تھا۔ اُس کی محبت میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ اُس باپ کی طرح خدا بھی بڑی فکرمندی سے ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ وہ جو زمین اور آسمان کا خالق اور مالک ہے، اُسے ناچیز انسان کی کیا ضرورت؟ بلکہ مناسب یہ ہوتا کہ اُس کو زمین پر پٹک کر ہلاک کر دے۔ وہ صرف اپنی محبت کے باعث گناہ اور تاریکی میں پڑے ہوئے انسان کی فکر کرتا ہے۔ لیکن افسوس کہ انسان اِس محبت کا جواب محبت سے نہیں دیتا گو اللہ بازو پھیلائے بڑی آرزو سے انتظار کرتا ہے کہ انسان میرے پاس آئے تاکہ مَیں اُسے اُس کے مرتبے پر بحال کروں۔

اِس طرح کلامِ مقدس اِس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ عدل و قدوسیت اور رحم و محبت خدا کی ذات کے اٹوٹ حصے ہیں۔ اللہ کی یہ صفات وقت کے

گزرنے کے ساتھ نہیں بدلتیں بلکہ اُس کی اِن صفات پر ہم زندگی کی ہر صورتِ حال میں اعتماد کر سکتے ہیں۔

4
اللّٰہ ہی انسان کو راست باز ٹھہراتا ہے

انسان کی ناراستی خدا کے قدوس عدل کا سامنا نہیں کرسکتی (یسعیاہ 5:6)۔ لیکن اللہ کی رحمت بھری محبت اُسے بچانا اور وہی کچھ بنانا چاہتی ہے جس کے لئے خالق نے اُسے پیدا کیا تھا۔ کیا اِس بات میں تضاد نہیں ہے؟ کیا یہ منطقی طور پر ناممکن نہیں؟ اگر خدا انسان پر ترس کھائے تو اُس کے عدل کی تسکین کیسے ہوسکتی ہے؟ اللہ کی قدوسیت اور اُس کے رحم میں اِس بظاہر تضاد کو تورات اور انجیلِ شریف کس طرح حل کرتی ہیں؟

پاک نوشتوں کے مطابق اِس تضاد کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے المسیح۔ کیسے؟

گناہ کی سزا موت ہے۔ اِس کا ذکر ہو چکا ہے کہ کلامِ پاک میں کئی جگہ یہ بات بالکل واضح کر دی گئی ہے۔ اِسی لئے بنی اسرائیل جانوروں کی قربانیاں چڑھایا کرتے تھے۔ علامتی طور پر انسان کے گناہ قربانی کے جانور پر منتقل ہو جاتے تھے اور گناہ کی سزا یعنی موت قربانی کے جانور کو دی جاتی تھی۔ یہ بے عیب جانور انسان کے بدلے مرتے تھے۔ تاہم بنی اسرائیل کو بھی علم تھا کہ یہ جانور کسی آنے والی بہتر چیز کا عکس ہیں۔ چنانچہ ہوسیع نبی خدا کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ

> مَیں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں، بھسم ہونے والی قربانیوں کی نسبت مجھے یہ پسند ہے کہ تم اللہ کو جان لو۔
>
> (ہوسیع 6:6)

لیکن اگر جانوروں کی قربانی محض عکس ہے تو اصل قربانی کیا ہو گی؟ کون گناہ کا بوجھ مکمل طور پر دُور کر کے خدا سے انسان کا میل کرا سکتا ہے؟

یسعیاہ نبی نے اِس سوال کے جواب میں المسیح سے صدیوں پیشتر ایک حیرت انگیز پیشین گوئی کی جس سے اُس زمانے کے لوگوں کے دماغ چکرا گئے،

> اُسے حقیر اور مردود سمجھا جاتا تھا۔ دُکھ اور بیماریاں اُس کی ساتھی رہیں، اور لوگ یہاں تک اُس کی تحقیر کرتے تھے کہ اُسے دیکھ کر اپنا منہ پھیر لیتے تھے۔ ہم اُس کی کچھ قدر نہیں کرتے تھے۔
> لیکن اُس نے ہماری ہی بیماریاں اُٹھا لیں، ہمارا ہی دُکھ بھگت لیا۔ توبھی ہم سمجھے کہ یہ اُس کی مناسب سزا ہے، کہ اللہ نے خود اُسے مار کر خاک میں ملا دیا ہے۔ لیکن اُسے ہمارے ہی جرائم کے سبب سے چھیدا گیا، ہمارے ہی گناہوں کی خاطر کچلا گیا۔ اُسے سزا ملی تاکہ ہمیں سلامتی حاصل ہو، اور اُسی کے زخموں سے ہمیں شفا ملی۔ ہم سب بھیڑبکریوں کی طرح آوارہ پھر رہے تھے، ہر ایک نے اپنی اپنی راہ اختیار کی۔
> لیکن رب نے اُسے ہم سب کے قصور کا نشانہ بنایا۔
> اُس پر ظلم ہوا، لیکن اُس نے سب کچھ برداشت کیا اور اپنا منہ نہ کھولا، اُس بھیڑ کی طرح جسے ذبح کرنے کے لئے لے

جاتے ہیں۔ جس طرح لیلا بال کترنے والوں کے سامنے خاموش رہتا ہے اُسی طرح اُس نے اپنا منہ نہ کھولا۔ اُسے ظلم اور عدالت کے ہاتھ سے چھین لیا گیا۔ اب کون اُس کی نسل کا خیال کرے گا ؟ کیونکہ اُس کا زندوں کے ملک سے تعلق کٹ گیا ہے۔ اپنی قوم کے جرم کے سبب سے وہ سزا کا نشانہ بن گیا۔ مقرر یہ ہوا کہ اُس کی قبر بے دینوں کے پاس ہو، کہ وہ مرتے وقت ایک امیر کے پاس دفنایا جائے، گو نہ اُس نے تشدد کیا، نہ اُس کے منہ میں فریب تھا۔

لیکن رب ہی کی مرضی تھی کہ اُسے کچلا جائے۔ اُسی نے اُسے دُکھ کا نشانہ بنایا۔ اور گو رب اُس کی جان کے ذریعے کفارہ دے گا تو بھی وہ اپنے فرزندوں کو دیکھے گا۔ رب اُس کے دنوں میں اضافہ کرے گا، اور وہ رب کی مرضی کو پورا کرنے میں کامیاب ہو گا۔ اِتنی تکلیف برداشت کرنے کے بعد اُسے پھل نظر آئے گا، اور وہ سیر ہو جائے گا۔ اپنے علم سے میرا راست خادم بہتوں کا انصاف قائم کرے گا، کیونکہ وہ اُن کے گناہوں کو اپنے اوپر اُٹھا کر دُور کر دے گا۔

> اِس لئے مَیں اُسے بڑوں میں حصہ دوں گا، اور وہ زورآوروں کے ساتھ لُوٹ کا مال تقسیم کرے گا۔ کیونکہ اُس نے اپنی جان کو موت کے حوالے کر دیا، اور اُسے مجرموں میں شمار کیا گیا۔ ہاں، اُس نے بہتوں کا گناہ اُٹھا کر دُور کر دیا اور مجرموں کی شفاعت کی۔ (یسعیاہ 53:3-12)

نبی کس قسم کے شخص کی پیش گوئی کرتا ہے؟ کیا وہ کوئی زبردست بادشاہ ہو گا جو جنگ کر کے اپنی اُمت کو بچائے گا؟ ہرگز نہیں! نبی ایک لاثانی شخصیت کی تصویر کھینچتا ہے جو اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دینے آئے گی۔ اگرچہ یہ شخص بالکل بے گناہ ہو گا تو بھی اُس کی تحقیر کی جائے گی۔ وہ دوسروں کی جگہ قربان ہونے والا بکرا (احبار 16) ہو گا اور دوسروں کے گناہ خود اُٹھا لے گا۔ وہ تو بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ہو گا۔

انجیلِ شریف ہمیں یہ بشارت دیتی ہے کہ یہ شخص عیسیٰ المسیح کے سوا اور کوئی نہیں۔ وہی وہ واحد شخص ہے جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ وہ گناہ سے بالکل مبرا ہے۔ اُن کی لاثانی ذات اِس سے بھی آشکارا ہے کہ وہ کنواری سے پیدا ہوئے۔ اُنہیں اِس دنیا میں اِس لئے بھیجا گیا کہ انسانوں کو اُن کے

گناہوں سے بچائیں۔ کیسے؟ اُس راہ پر چل کر جس کا بیان یسعیاہ نبی نے کیا تھا—اپنے آپ کو انسان کے مشابہ بنا کر اور بنی آدم کے گناہ خود اُٹھا کر صلیب پر چڑھ کر۔

ہم اِس واقعے کی ساری تفاصیل میں نہیں جا سکتے۔ فی الحال صرف اِس بات پر غور کریں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کی ذات کے ساتھ کیسے میل کھاتا ہے۔

ہم نے جان لیا ہے کہ خدا قدوس اور عادل ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ شفیق و رحیم ہے۔ اِس کے علاوہ ہم نے اِس پر بھی غور کیا کہ جب ہم انسان کی گناہ آلود فطرت کو دیکھتے ہیں تو اللہ کی یہ صفات ایک دوسری سے ٹکراتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ انسان کی نافرمانی کے سامنے خدا اِن دونوں صفات یعنی اپنے عدل اور رحم کو بیک وقت کس طرح بروئے کار لا سکتا ہے؟ چونکہ وہ عادل ہے اِس لئے ضرور ہے کہ انسان کو سزا دے۔ دوسری طرف اُس کا رحم انسان کو بچانے اور معاف کرنے کو تڑپتا ہے۔ اِس تضاد کا حل کیا ہے؟

اِس معما کی کلید المسیح ہے۔ اللہ نے المسیح کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ انسان کی سزا اُٹھا لیں۔ صرف الٰہی ذات ہونے کے باعث وہ یہ کام پورا کر سکتے تھے۔ اور صرف انسان ہوتے ہوئے وہ انسان کی جگہ جان دے سکتے تھے۔

المسیح میں خدا کے عدل اور قدوسیت دونوں کی تسکین ہوگئی۔ جس سزا کا تقاضا اللہ کا عدل کرتا ہے اُسے المسیح نے انسان کے بدلے اُٹھا لیا۔ اور ساتھ ہی المسیح کے وسیلے سے خدا کی رحمت اور محبت ایسے گہرے طور پر ظاہر ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اللہ کے رحم ہی نے المسیح کو اِس دنیا کی تاریکی میں بھیجا۔ اُس کی اتھاہ محبت ہی نے کامل طور پر جانتے ہوئے بھی اُس کو صلیب پر جان دینے کو بھیجا۔ المسیح کی کفارہ کی موت خدا کی محبت کی معراج تھی، تاریک ترین جدائی کی گھڑی اُس کے بے انتہا رحم کی معراج تھی۔

المسیح کے اِس کام کے باعث اُس کے پیروکار اللہ کے فرزند بن گئے ہیں۔ وہ محبت بھرا رشتہ جو گناہ کے اِس دنیا میں آنے سے پیشتر قائم تھا، خدا نے اُسے پھر سے بحال کر دیا۔

یہاں ہمیں تثلیث کے ازلی بھید کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اُس باپ کی جھلک جو کہ سراپا قدوسیت اور عدل کا حامل ہے۔ لیکن ساتھ ہی محبت کرنے والے باپ کی بھی جھلک جو نہ صرف انسان کے غلط کاموں پر ناراض ہوتا ہے بلکہ جو اپنے فرزند کو دنیا میں بھیجتا ہے تاکہ اُن کی خطائیں اپنے اوپر اُٹھا کر اُن کو نجات دے۔